بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ٹیلیفون نمبر ۹۱ — رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۵۰۸

اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ٭ عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

الفضل قادیان

خطبہ نمبر

یوم جمعہ

جلد ۳۲ | ۳۱ ماہ امان ہش ۱۳۲۳ | ۶ ربیع الثانی سنہ ۱۳۶۳ھ | ۳۱ مارچ سنہ ۱۹۴۴ء | نمبر ۷۵

مدینۃ المسیح

قادیان ۲۹ ماہ امان۔ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے متعلق ½۷ بجے شام کی ڈاکٹر اطلاع مظہر ہے کہ حضور کو آج صبح سے پیچش کی شکایت ہے۔ کئی بار خون آلود پاخانے آتے رہے۔ شام کے قریب کسی قدر کمی ہو گئی۔ احباب دعائے صحت کریں۔

حضرت ام المومنین مدظلہا العالی کی طبیعت ناساز ہے۔ دعائے صحت کی جائے۔

سیدہ ام ناصر احمد صاحبہ کی طبیعت بہتر ہے۔ ابھی حرارت بالکل رفع نہیں ہوئی۔ احباب سیدہ موصوفہ کی صحت کاملہ کے لئے دعا فرمائیں۔

سیدہ امۃ السلام بیگم صاحبہ کی طبیعت خدا تعالیٰ کے فضل سے بہتر ہے۔ الحمد للہ

محمد خان صاحب سلیمان کی ضلع فیروزپور جو دسمبر ۱۹۴۲ء میں فوت ہوئے تھے اور امانت دفن

خطبہ جمعہ

ہر قابلیت کے نوجوان خدمتِ دین کیلئے اپنی زندگی وقف کریں!

دین کیلئے جائدادیں وقف کرنے کی تحریک

احمدیہ کالج کیلئے ½ الاکھ روپیہ کی ضرورت

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

فرمودہ ۲۴ ماہ امان ہش ۱۳۲۳ مطابق ۲۴ مارچ سنہ ۱۹۴۴ء

(مرتبہ شیخ رحمت اللہ صاحب شاکر)

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

مجھے بہت کچھ کہنا ہے۔ مگر نہ تو میری صحت زیادہ بولنے کی اجازت دیتی ہے۔ اور نہ ہی وقت اتنا کافی ہے۔ کہ میں اپنے سارے خیالات کا اظہار کر سکوں۔ اس وقت بھی کہ میں خطبہ کے لئے کھڑا ہوں۔ میرے پاؤں کانپ رہے ہیں۔ اور کھڑا ہونا دوبھر معلوم ہوتا ہے۔ لیکن کام بہت ہے۔ اور وقت تھوڑا ہے۔

ہماری ذمہ واریاں

بے انتہا ہیں۔ اور مشکلات کا کوئی اندازہ نہیں اور آخر جس طرح بھی ہو۔ گرتے پڑتے ہمت سے کام کرنا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ہی چونکہ وہ کام کرنا ہے۔ اس لئے ہماری کوشش کتنی کم کیوں نہ ہو۔ یہ یقین ہے۔ کہ آخر اللہ تعالیٰ ہمیں اس کام کو پورا کرنے کی توفیق دیدیگا۔

دو یا تین ہفتے ہوئے میں نے بیان کیا تھا۔ کہ مجھے

سلسلہ کی آئندہ ترقی

کے متعلق بہت سی باتیں کہنی ہیں۔ مگر چونکہ ایک ہی خطبہ میں ان سب کا بیان کرنا ممکن نہیں۔ اس لئے آہستہ آہستہ مختلف خطبات میں میں انہیں بیان کروں گا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ ہر ایک دن جو دو جمعوں کے درمیان گذرتا ہے۔ ہمارے لئے مشکلات بڑھاتا جاتا ہے۔ اور ضرورت ہے۔ کہ ہم اپنے آپ کو جلد سے جلد ایسے رنگ میں منظم کر لیں۔ کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ایسی بنیاد

دین کی اشاعت

کیلئے قائم ہو جائے۔ کہ جس پر آئندہ سہولت کے ساتھ عمارت بنائی جا سکے۔

میں جس سکیم کی طرف سب سے پہلے توجہ دلانا چاہتا تھا۔ وہ

جماعت میں علماء

کے پیدا کرنے کے متعلق تھی۔ میرا دل کانپ جاتا ہے۔ اس خیال سے کہ اس بارہ میں اس وقت تک ہم سے بہت بڑی کوتاہی ہوئی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جن لوگوں کا انجمن پر تسلط تھا۔ انہوں نے چاہا تھا۔ کہ دینی علوم سے جماعت کی توجہ ہٹا دی جائے۔ اور احمدیہ سکول کو بند کر دیا جائے۔ اور جس قدر روپیہ میسر ہو۔ وہ قوم کے بچوں کو ڈاکٹر وکیل۔ بیرسٹر اور انجینئر وغیرہ بنانے پر صرف کیا جائے۔ ان کا خیال یہ تھا۔ کہ دینی علوم تو غیروں سے بھی لئے جا سکتے ہیں۔ مگر دنیوی تعلیم جماعت کی ترقی کے لئے بہت ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ کہ اس نے اس وقت بھی مجھے اس

ناپاک سکیم کے توڑنے کی توفیق

عطا فرمائی۔ یہ ۱۹۰۸ء کے سالانہ جلسہ کی بات ہے۔ میری عمر اس وقت بیس سال کی تھی۔ اور میں کسی دوسرے کام میں مشغول تھا۔ کہ کسی نے مجھے بتایا۔ کہ مسجد مبارک میں جلسہ مشاورت ہو رہا ہے۔ اور سلسلہ کے لئے سکیمیں سوچی جا رہی ہیں۔ باوجودیکہ میں انجمن کا ممبر تھا۔ مگر مجھے کسی نے اس جلسہ کی اطلاع نہ دی تھی۔ میں یہ اطلاع ملتے ہی مسجد میں آیا۔ اور میں نے دیکھا۔ کہ وہاں جماعتوں کے نمائندے جمع ہیں۔ خواجہ کمال الدین صاحب تقریر کر رہے تھے۔ اور کہہ رہے تھے۔ کہ جماعت کی ترقی کے لئے ایسے مبلغوں کی ضرورت ہے۔ جو بیرسٹر وکیل اور انجینئر وغیرہ ہوں۔ جو اپنا اپنا کام بھی کریں۔ اور ساتھ سلسلہ کی تبلیغ بھی

مولویوں کی ہمیں ضرورت نہیں

یہ لوگ تو جماعت پر بار ہوتے ہیں۔ اور ان کے گذارہ کی جماعت کو فکر ہوتی ہے۔ اس لئے چاہیئے۔ کہ جو روپیہ مدرسہ احمدیہ پر خرچ ہوتا ہے۔ اُسے محفوظ کر لیا جائے۔ اور پھر وہ جماعت کے لڑکوں کو وکالت اور ڈاکٹری وغیرہ کی تعلیم دلوانے پر خرچ کیا جائے۔ تا وہ اپنی روزی بھی کما سکیں۔ چندے بھی دیں۔ اور تبلیغ بھی کرتے رہیں۔ اس طرح جماعت کو بہت ترقی حاصل ہو سکیگی۔ میرا

علم اور تجربہ

اس وقت ایسا نہ تھا۔ کہ اس سکیم کے علمی پہلو پر زیادہ بحث کر سکتا۔ میں جب پہنچا۔ تو جگہ بھی مجھے ایک کونہ میں ملی۔ جہاں لوگ جوتیاں اتارتے ہیں۔ اور میں وہیں کھڑا ہو گیا۔ میں نے وہیں سے کہا۔ کہ میں بھی کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ اسوقت خواجہ صاحب کی پیشکردہ سکیم سے ۹۹ فیصدی لوگ ایسے مسحور ہو چکے تھے۔

ایڈیٹر:۔ غلام نبی

بھائی عبد الرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا اور قادیان سے شائع کیا۔

کہ وہ سمجھتے تھے۔ گویا کوئی سونے کی کان ان کو مل گئی ہے۔ اور اگر اس پر عمل کیا جائے۔ تو جماعت کو بہت ترقی ہوگی۔ اور دنیا کے کناروں تک آسانی سے تبلیغ ہو سکے گی۔ اللہ تعالےٰ نے اس وقت مجھے ایک نکتہ سوجھایا۔ اور میں نے کھڑے ہو کر جماعت کو اس طرف توجہ دلائی۔ کہ اسلام کی تائید کے لئے اللہ تعالےٰ نے اس وقت تک

دو جماعتیں

کھڑی کی ہیں۔ ایک وہ جس نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہاتھوں میں تربیت پائی۔ اور دوسری وہ جس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھوں میں تربیت پائی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات کے بعد تمام عرب باغی ہو گیا تھا۔ اور اکثر قبائل نے زکوٰۃ کا دینا بند کر دیا۔ ان کا کہنا تھا۔ کہ زکوٰۃ کا لینا صرف رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ہی حق تھا۔ قرآن کریم میں انہی کو اللہ تعالےٰ نے حکم دیا ہے۔ کہ خذ من اموالھم صدقۃ یعنی اے محمد تو ان کے مالوں سے صدقات لے۔ اور جب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی نہ رہے۔ تو یہ حکم بھی باطل ہو گیا۔ اس لئے اب زکوٰۃ دینے کی ضرورت نہیں مکہ مدینہ اور ایک اور قصبہ کے لوگ تھے۔ جو زکوٰۃ دینے کے لئے تیار تھے۔ اور جو سمجھتے تھے۔ کہ قرآن کریم کے احکام ہمیشہ کے لئے ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے ساتھ ہی ختم نہیں ہو گئے۔ مدینہ چونکہ

خلافت کا مرکز

تھا۔ اور حضرت ابوبکر مصر تھے کہ قرآنی تعلیم کے مطابق زکوٰۃ وصول کی جائے۔ اس لئے مرتدین نے چاروں طرف سے مدینہ پر چڑھائی شروع کر دی۔ تا اس نظام کو توڑ دیں۔ جو ان پر سے زکوٰۃ کا جوا ہٹانے کو تیار نہیں۔ اور ان لشکروں میں جو مدینہ پر چڑھائی کر رہے تھے۔ بعض میں ایک ایک لاکھ سے زیادہ سپاہی تھے۔ لیکن ان کے مقابل پر صحابہ کی تعداد

صرف چند ہزار تھی۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حکم کے ماتحت ایک لشکر حضرت اسامہ بن زید کی قیادت میں شام کی طرف ایک ایسے حملہ کا جواب دینے کے لئے جانے کو تیار تھا۔ جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی میں ہوا تھا۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات کی وجہ سے چند روز کے لئے رک گیا تھا۔ اس گھبراہٹ کے عالم میں ایک دن آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اکابر صحابہ ایک جگہ جمع ہوئے اور صورت حالات پر غور کرنے کے بعد تجویز کی۔ کہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس جا کر عرض کریں۔ کہ یہ نازک وقت ہے۔ مدینہ پر مرتدین کی چڑھائی ہو رہی ہے۔ اس لئے کچھ وقت کے لئے اسامہ کے لشکر کو روک لیا جائے تا پہلے وہ

مرتدین کا مقابلہ

کرے۔ اور پھر امن قائم ہونے پر شام کی طرف چلا جائے۔ وہ لوگ اس یقین اور وثوق کے ساتھ حضرت ابوبکرؓ کے پاس گئے۔ کہ

اسلام کی بہتری

اسی تجویز میں ہے۔ کہ اس لشکر کو روک کر پہلے مرتدین کا مقابلہ کر لیا جائے۔ اور وہ سمجھتے تھے۔ کہ یہ ایسی عقل کی بات ہے۔ کہ کوئی بے وقوف ہی اس کا انکار کر سکتا ہے۔ پھر جن لوگوں نے یہ تجویز کی۔ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مشیر تھے۔ چنانچہ وہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس گئے۔ اور کہا کہ ہم لوگ مشورہ کر کے آئے ہیں۔ اور حضرت عمرؓ نے یہ تجویز ان کے سامنے پیش کی۔ اور تفصیل کے ساتھ اسلام کی مشکلات کو پیش کیا۔ اور حملے کے خطرات بیان کئے۔ اور کہا۔ کہ ہم یہ درخواست کرنے آئے ہیں۔ کہ اسامہ کے لشکر کو کچھ عرصہ کے لئے روک لیا جائے۔ تا پہلے مرتدین کا مقابلہ کیا جا سکے۔ اس کے بعد پھر اس لشکر کو شام کی طرف بھیجا جا سکتا ہے جب حضرت عمرؓ اپنی بات ختم کر چکے تو حضرت ابوبکرؓ نے کہا دوستو آپ نے جو

مشورہ دیا ہے۔ وہ نہایت صحیح ہے مگر کیا

ابو قحافہ کے بیٹے ابوبکرؓ سے

آپ لوگ یہ چاہتے ہیں۔ کہ وہ خلیفہ ہونے کے بعد پہلا کام یہی کرے۔ کہ جو لشکر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بھیجنا تجویز فرمایا تھا۔ اسے روک لے۔ میں اپنی خلافت کا زمانہ اس تاریک باب سے شروع کرنے کو تیار نہیں ہوں اگر مرتدین مدینہ میں گھس آئیں۔ اور مسلمان عورتوں کی لاشوں کو کتے گلیوں میں گھسیٹتے پھریں۔ تب بھی یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ میں اس لشکر کو روک لوں۔ جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بھیجنا تجویز فرمایا تھا۔ میں نے کہا یہ تو پہلی جماعت کا حال تھا۔ ہم دوسری جماعت ہیں جس کی تربیت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کی۔ کیا یہ مناسب ہے۔ کہ آپ کی وفات کے بعد پہلے ہی جلسہ پر ہم یہ مشورہ کریں۔ کہ جو مدرسہ خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے حکم سے قائم فرمایا۔ اور جس کا مشورہ آپ نے خود بیٹھ کر دوستوں سے کیا۔ اور جس کے متعلق فرمایا تھا۔ کہ یہ مولوی عبدالکریم صاحب اور مولوی برہان الدین صاحب کی یادگار ہے۔ تا

سلسلہ کے لئے نئے علماء

پیدا کئے جائیں۔ ہم آپ کی وفات کے بعد پہلا کام یہی کریں۔ کہ اس مدرسہ کو جسے آپ نے جاری فرمایا تھا۔ بغیر کسی ایسے خطرہ کے جو حضرت ابوبکرؓ کو درپیش تھا۔ بند کر دیں۔ اور آپ کے کام کو منسوخ کر کے ایک نیا نظام قائم کر دیں۔ اللہ تعالےٰ نے میری بات میں ایسا اثر دیا۔ کہ اکثر احباب کے

قلوب ہل گئے

بہت سوں کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اور کئی کی چیخیں نکل گئیں۔ اور سب نے بالاتفاق آواز بلند کی۔ کہ ہم ایسا کرنے کو تیار نہیں ہیں۔ بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جس طرح یہ مدرسہ قائم فرمایا۔ ہم اسے اسی طرح رکھنا چاہتے ہیں۔ یہ دیکھ کر خواجہ صاحب اپنی لسانی اور

تجربہ اور علم کے باوجود ایسے گھبرا گئے۔ کہ انہوں نے جھٹ پہلو بدل کر کہا۔ دوستوں نے میری بات کو سمجھا نہیں۔ میرا مطلب کچھ اور تھا۔ میں

دین کی تعلیم

کو روکنا نہیں چاہتا تھا۔ مگر جو کچھ انہوں نے سمجھانا چاہا کسی نے اس کو نہ سمجھا۔ اور آخر خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ اب مناسب یہ ہے۔ کہ بعد میں لکھ کر یہ تجویز چلی جائے۔ اور جماعتیں آرام سے غور کر کے مشورہ دیں۔ ان کا مطلب یہ تھا۔ کہ اب چونکہ یہ لوگ ان کی رائے کے خلاف رائے کے ہو گئے ہیں۔ اس لئے بعد میں کسی وقت بیرونی جماعتوں میں یہ تجویز بھیج دیں گے۔ اور ان کا خیال تھا۔ کہ لوگ ان کی اس رائے کے مطابق ہی مشورے دیں گے۔ مگر اللہ تعالےٰ نے جس کو مامور بنا کر بھیجا ہے۔ اس کی جماعت ایسی کبھی نہیں ہوتی۔ وقتی طور پر تو وہ دھوکے میں آ سکتی ہے۔ مگر مستقل طور پر دھوکے میں نہیں رہ سکتی۔ چنانچہ دو تین ماہ کے بعد ان لوگوں کی طرف سے یہ تجویز بیرونی جماعتوں کو بھیجی گئی۔ اور ۹۹ فیصدی جماعتوں نے یہی مشورہ دیا۔ کہ ہم اس مدرسہ کو توڑنے کے لئے تیار نہیں ہیں جسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قائم فرمایا۔ لیکن مجھے افسوس ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منشا کو

انجمن

نے جس کے سپرد نظام کو چلانا ہے۔ اور جس کے کاموں میں بہت ہی کم دخل دیا کرتا ہوں۔ تا وہ اپنی ذمہ داری پر کام کو چلا سکیں پوری طرح پیش نظر نہیں رکھا۔ اور ان کے ذہن سے بہت حد تک وہ پروگرام مستور ہو گیا۔ انہوں نے مدرسہ کو جاری تو رکھا۔ بلکہ میرے مشورہ سے کالج بھی قائم کر دیا۔ مگر اس کے ساتھ ہی ان کے مدنظر یہ بات بھی رہی۔ کہ ان

میں تعلیم پانے والے نوجوان مولوی فاضل کا امتحان پاس کر سکیں۔ اور ڈگریاں حاصل کر سکیں۔ تا سرکاری ملازمتیں حاصل کرنے میں ان کو آسانی ہو۔ اور اس طرح تمام کوششیں مولوی فاضل کی ڈگری کے گرد ہی چکر لگاتی رہیں۔ اور ایسے عالم پیدا نہ ہو سکے۔ جو اسلام کا ٹھوس علم رکھنے والے ہوتے۔ جب اللہ تعالےٰ نے مجھ پر انکشاف فرمایا۔ کہ میرے ذمہ اس وقت

اسلام کی خدمت

خاص طور پر ہے۔ اور خلافت کی ذمہ واریوں سے علاوہ یہ خاص کام میرے سپرد ہے۔ تو پہلی باتوں میں سے جو میرے ذہن میں آئیں۔ ایک یہ تھی۔ کہ

علماء کا ایک مضبوط گروہ

پیدا کرنا ضروری ہے۔ قاضی امیر حسین صاحب حافظ روشن علی صاحب اور مولوی محمد اسمٰعیل صاحب اپنے اپنے رنگ میں کامل تھے قاضی صاحب علم حدیث کے ماہر تھے۔ حافظ صاحب قرآن کریم کی تفسیر کے اور مولوی صاحب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کے۔ مگر ان کے قائمقام پیدا کرنے کا ہمیں اب تک احساس نہ ہوا تھا۔ اللہ تعالےٰ نے میرے دل میں یہ بات ڈالی۔ کہ میں اس کام کو اپنے ہاتھ میں لوں۔ تا جلد از جلد اسلامی علماء کی ایک مضبوط جماعت قائم ہو سکے۔ جو ہمیشہ کے لئے ایک ایسی بنیاد کا کام دے۔ جس سے آئندہ علماء کا سلسلہ چلتا جائے۔ لیکن ابھی میں اس کا اعلان بھی نہ کرنے پایا تھا کہ

ایک اور جید عالم

ہم میں سے اٹھ گیا۔ اس وقت جہاں تک تعلیم کا سوال ہے، ہمارے پاس دو ہی آدمی تھے۔ یعنی مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب اور میر محمد اسحٰق صاحب لیکن اللہ تعالےٰ کی مشیت نے میر صاحب کو اٹھا لیا۔ اور اب ہمیں تھوڑے سے وقت میں اور بہت تھوڑے سامان سے نئی عمارت کی بنیاد رکھنی ہے۔

مولوی سید سرور شاہ صاحب

بے شک بہت باہمت ہیں۔ اور جس طرح وہ ہر جگہ پہنچ جاتے ہیں۔ اسے دیکھ کر مجھے حیرت ہوتی ہے۔ مگر اب وہ بوڑھے ہو چکے ہیں۔ ان کی کمر بھی خم ہو گئی ہے۔ اور گو اللہ تعالےٰ انہیں زیادہ سے زیادہ عمر بھی دے۔ تو بھی اب وہ زیادہ کام نہیں کر سکتے۔ اس میں شک نہیں کہ جماعت میں

دوسرے درجہ کے علماء

کی ایک جماعت ہے جیسے شمس صاحب اور مولوی ابو العطاء صاحب ہیں۔ مگر یہ لوگ دوسرے نمبر پر ہیں۔ ان کے مطالعہ کی وسعت اور کسی خاص علم میں ان کی خصوصیت مذکورہ علماء جیسی نہیں۔ ہم میں علماء کی ایک ایسی جماعت کا ہونا ضروری ہے۔ کہ جن میں سے ہر ایک قرآن و حدیث اور کتب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کامل عالم ہو۔ بڑے بڑے قاضی فقیہہ، محدث اور مفسر ہوں۔ اور یہ چیز ابھی ہم سے بہت دور ہے۔ سال سے کچھ کم عرصہ ہوا۔ میں نے اس کی بنیاد قائم کرنی شروع کی تھی۔

اللہ تعالےٰ کا قاعدہ

ہے۔ کہ جب وہ کسی بندے کو اپنے ہاتھ میں لیتا ہے۔ تو اس سے ایسے کام کراتا ہے۔ کہ پہلے اسے خود بھی نظر نہیں آتا۔ کہ وہ کام کیسا اہم ہے۔ پھر آہستہ آہستہ جب وہ پھیلتا ہے۔ تو اس کی اہمیت کا احساس ہوتا ہے۔ چنانچہ میں نے کچھ عرصہ ہوا۔ یہ محسوس کیا۔ کہ

تحریک جدید کے واقفین کی تعلیم

جس رنگ میں ہو رہی ہے۔ اس طرح وہ مکمل نہیں ہو سکتی۔۔۔ اور میں نے اسے اپنے ہاتھ میں لیا۔ تا ایسے اصول پر ان کی تعلیم ہو سکے۔ کہ وہ چوٹی کے علماء بن سکیں۔ اور میں نے ان سے کہا۔ کہ پہلے وہ صرف و نحو کی تعلیم حاصل کریں اور اس میں کامل بنیں۔ کیونکہ یہ علم ہر دوسرے علم کے حاصل کرنے میں مددگار ہوتا ہے۔ اب ان میں سے بعض طالب علم ایسے مقام پر ہیں۔ کہ دو تین ماہ میں اسے مکمل کر سکیں گے۔ اور پھر اسے دوسروں کو پڑھانے اور سکھانے کی قابلیت ان میں پیدا ہو جائے گی۔ اب اللہ تعالےٰ نے جو انکشاف مجھ پر فرمایا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ جب یہ لوگ صرف و نحو کی تعلیم مکمل کر لیں۔ تو ان کو مختلف گروہوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ بعض کو فقہ کی اعلےٰ تعلیم دلائی جائے۔ بعض کو حدیث کی بعض کو تفسیر کی اعلیٰ تعلیم دلائی جائے۔ اور اس طرح تین تین چار چار کو مختلف

علوم کی تکمیل

کرائی جائے۔ اور پھر پانچ چھ ماہ یا سال کے بعد وہ ایک دوسرے کو اپنے اپنے حاصل کردہ علوم کی تکمیل کرا دیں اور جو جو علم کسی نے سیکھا ہو۔ وہ دوسروں کو سکھا دیں۔ اور اس طرح ان میں سے ہر ایک دوسرے کا شاگرد اور استاد بن جائے۔ اور سب کے سب مختلف علوم میں کمال حاصل کر سکیں۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک کو اگر باری باری سارے علوم سکھائے جائیں۔ تو ہو سکتا ہے۔ کہ سب کے کامل ہونے تک وہ لوگ جماعت میں سے اٹھ جائیں۔ جو ان نوجوانوں کو تعلیم دیتے ہیں۔ اس لئے ان کو گروہوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ تین چار تفسیر قرآن سیکھنے میں لگ جائیں تین چار حدیث سیکھنے میں تین چار تصوف سیکھنے میں تین چار علم کلام کے سیکھنے میں اور تین چار حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کے سیکھنے میں اور چونکہ ان سب کو ان سب علوم کا سکھانا ضروری ہے۔ اس لئے ان میں سے ہر ایک ایک علم میں کمال حاصل کرنے کے بعد دوسرے کو سکھائے۔ فقہ کے علماء حدیث کے علماء کو فقہ کی اعلےٰ تعلیم دیں۔ اور حدیث کے علماء فقہ کے علماء کو حدیث کی اعلیٰ تعلیم دیں۔ اور اس طرح باہم استاد شاگرد ہو کر مکمل علوم کے ماہر بن جائیں۔ لیکن یہ سکیم پوری طرح کامیاب نہیں ہو سکتی۔ جب تک ایسے افراد زیادہ تعداد میں نہ ہوں۔ جو

دین کے لئے اپنی زندگیاں وقف کریں۔

جسمانی کام ایک ایک آدمی سے بھی چل سکتے ہیں۔ کیونکہ جسم کا فتح کرنا آسان ہے۔ مگر روحانی کاموں کے لئے بہت آدمیوں کی ضرورت ہوا کرتی ہے کیونکہ

دلوں کا فتح کرنا

بہت مشکل کام ہے۔ اس لئے ضرورت ہے۔ کہ ہمارے پاس اتنے معلم ہوں۔ کہ ہم انہیں تمام جماعت میں پھیلا سکیں اور تمام افراد جماعت کو حسب قابلیت قرآن حدیث اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کی تعلیم دے سکیں۔ اس وقت یہ حالت ہے کہ علم صرف چند لوگوں تک محدود ہے۔ باقی صرف ایمان رکھتے ہیں۔ زیادہ علم ان کو نہیں۔ اور یہ چیز جماعت کی ترقی میں ممد نہیں ہو سکتی۔ ضروری ہے۔ کہ ہماری جماعت کا ہر زمیندار تاجر۔ پیشہ ور۔ وکیل۔ بیرسٹر۔ ڈاکٹر انجینئر ایک خاص حد تک قرآن حدیث اور کتب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم رکھتا ہو۔ مگر یہ نہیں ہو سکتا۔ جب تک ہمارے پاس

علماء کی کثرت

نہ ہو۔

اس کے ساتھ ہی اس بات کو بھی مدنظر رکھنا چاہیئے کہ علما کی کثرت کے ساتھ اخراجات میں بھی اضافہ ہونا لازمی ہے۔ میرا اندازہ ہے۔ کہ فی الحال

دو سو علماء

کی ہمیں ضرورت ہے۔ تب موجودہ حالات کے مطابق جماعتی کاموں کو تنظیم کے ماتحت چلایا جا سکتا ہے۔ لیکن اس وقت واقفین کی تعداد ۳۰ - ۳۵ ہے۔ اس وقت جماعت کے لوگ، اپنے اندر ایک تبدیلی محسوس کر رہے ہیں۔ مگر میں کہتا ہوں۔ کہ صرف مونہہ کی باتیں بیانات اور نعرے لگا دینے کا کوئی فائدہ نہیں۔ بلکہ ضرورت ہے۔ کہ اس تبدیلی سے فائدہ اٹھایا جائے۔ اور عملی قربانی کے لئے

نوجوان آگے آئیں

زمیندار طبقہ ہمارے ملک کی جان ہے۔ ان میں سے اور

ان قوموں میں سے جو باہر سے ہندوستان میں آئی ہیں۔ مثلاً پٹھان۔ قریشی۔ سید۔ مغل اور راجپوت وغیرہ اقوام میں سے بہت کم نوجوانوں نے زندگیاں وقف کی ہیں۔ زیادہ تر ایسے نوجوانوں نے زندگیاں وقف کی ہیں۔ جن کا پشت پناہ جماعتی طور پر کوئی نہیں۔ اور ایسی صورت میں بعض اوقات دشمن اعتراض کر سکتا ہے۔ کہ جن لوگوں کے گذارہ کی کوئی صورت نہ تھی۔ انہوں نے اپنی زندگیاں وقف کر دیں۔ گو یہ بات ہے تو جھوٹ۔ خدا تعالےٰ کے فضل سے یہ روح ہماری جماعت میں نہیں۔ مگر کم سے کم دشمن کے لئے اعتراض کا موقعہ تو ضرور ہے۔ اس لئے وہ اقوام جن کو اللہ تعالےٰ نے سیاسی عزت دی ہے۔ اگر اپنے فرائض کو ادا کریں۔ تو ان کی عزت قائم رہ سکتی ہے۔ اگر ان کے اندر قربانی کا مادہ پیدا نہ ہوا۔ تو ان کی عزت چھن جائے گی۔ اس وقت دنیا میں ایسے

انقلاب اور تغیرات

ہونے والے ہیں کہ اگر ان قوموں نے جو اس وقت سیاسی طور پر معزز سمجھی جاتی ہیں۔ اپنا حصہ قربانیوں کا ادا نہ کیا۔ تو وہ گر جائیں گی۔ اور وہ عزت پا جائینگی جو اس وقت سیاسی طور پر معزز نہیں سمجھی جاتیں۔ قرآن و حدیث میں بھی ایسی پیشگوئیاں موجود ہیں۔ جن سے پایا جاتا ہے۔ کہ مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں عزت والی قومیں گر جائیں گی۔ اور ادنیٰ سمجھی جانے والی معزز ہو جائیں گی۔ اسلام نے تو کسی قوم کو ذلیل قرار نہیں دیا۔ اور قومی فرق کو تسلیم نہیں کیا۔ اسلام کے نزدیک ہر شخص اگر خدمت دین کرے تو وہ

معزز اور سردار

ہے۔ مگر ان قوموں کے لئے جو سیاسی طور پر معزز سمجھی جاتی ہیں۔ بہت شرم کی بات ہوگی۔ اگر وہ قربانیوں میں حصہ نہ لینے کی وجہ سے گر جائیں۔ اور سیاسی طور پر ادنیٰ سمجھی جانے والی قومیں آگے آ جائیں۔

پس میں تحریک کرتا ہوں۔ کہ

سیاسی طور پر معزز سمجھی جانے والی اقوام

کے لوگ اپنے کو اور اپنی اولادوں کو دین کے لئے وقف کریں۔ وقت بہت تھوڑا ہے۔ اور کام بہت زیادہ ہے۔ خدا تعالےٰ اب زیادہ انتظار نہیں کر سکتا۔ اگر ہم سستی سے کام لیں گے۔ تو خدا تعالےٰ اپنے کام کے لئے کوئی اور انتظام کرے گا۔ اور ہماری بدقسمتی پر مُہر ہو جائے گی۔ کاش ہمارے دل اس فرض کو پورے طور پر محسوس کریں۔

اے عزیزو! کاش ہمارے ایمان آج ہم کو شرمندگی سے بچالیں۔ کاش ہمارے جسم ہماری روح کے تابع ہو کر ہمیں اپنا فرض ادا کرنے دیں۔ کاش ہمارے آج کے افعال قیامت کے دن ہم کو شرمساری اور روسیاہی سے بچالیں۔

چاہیئے تو یہ تھا

کہ ہر فرد آگے بڑھتا۔ اور اپنی زندگی وقف کرتا۔ مگر کم سے کم ایک حصہ کو تو آگے بڑھنا چاہیئے۔ میں مانتا ہوں کہ دوست چندے میں قربانی کرتے ہیں لیکن زندگی وقف کرنے کے لئے بہت کم لوگ آتے ہیں۔ ضرورت ہے کہ آئندہ مدرسہ احمدیہ میں زیادہ بچے داخل کرائے جائیں۔ اور

میں انجمن کو توجہ دلاتا ہوں

کہ ایسے رنگ میں ان کی تعلیم کا انتظام کیا جائے۔ کہ چاہے مولوی فاضل وہ نہ ہو سکیں۔ مگر دینی علوم کے ماہر بنجائیں۔ ہمیں مولوی فاضلوں کی ضرورت نہیں۔ بلکہ ضرورت یہ ہے۔ کہ مبلغ مل سکیں۔ مالی کمزوری کی وجہ سے یہ فیصلہ کیا گیا تھا۔ کہ ہر سال تین نئے مبلغ رکھے جائیں۔ مگر کئی سالوں سے ایک بھی نہیں رکھا گیا۔ اور اب کئی سال کے بعد ایک رکھا گیا ہے حالانکہ کام کی وسعت کا تقاضا یہ ہے۔ کہ ہر سال ایک سو نہیں بلکہ دو سو مبلغ رکھے جائیں۔ پس میں ایک تحریک تو یہ کرتا ہوں۔ کہ دوست

مدرسہ احمدیہ میں اپنے بچوں کو بھیجیں

تا انہیں خدمت دین کے لئے تیار کیا جا سکے۔ اور دوسری تحریک انجمن کو یہ کرتا ہوں۔ کہ پڑھائی کی سکیم ایسی ہو۔ کہ تھوڑے سے تھوڑے عرصہ میں زیادہ سے زیادہ دینی تعلیم حاصل ہو سکے۔ اور اس رستہ میں جو چیز بھی حائل ہو۔ اُسے نکال دیا جائے۔ مولوی فاضل بنانا ضروری نہیں۔ جس نے ڈگری حاصل کرنی ہو۔ وہ باہر چلا جائے۔ اس دوغلاپن کو دور کرنا ضروری ہے۔ دو کشتیوں میں پاؤں رکھنے والا کبھی ساحل پر نہیں پہنچا کرتا۔ پس

تعلیم کا انتظام

ایسے رنگ میں کیا جائے۔ کہ جلد سے جلد مکمل علماء ہمیں مل سکیں۔ فقہ۔ تفسیر۔ حدیث۔ تصوف اور کلام وغیرہ علوم میں ایسی دسترس حاصل کر سکیں۔ کہ چوٹی کے علماء میں ان کا شمار ہو۔ بلکہ دنیا میں صرف وہی علماء سمجھے جائیں۔ اور اسلام کے ہر فرقہ اور ہر ملک کے لوگ اختلاف عقائد کے باوجود یہ تسلیم کریں۔ کہ اگر ہم نے ان علوم کو سیکھنا ہے۔ تو احمدی علماء سے ہی سیکھنا چاہیئے۔ خدا تعالےٰ کے فضل سے ہماری جماعت کا ایک حصہ تبلیغ میں حصہ لیتا ہے۔ مگر ضرورت ہے۔ کہ اس طرف اور زیادہ توجہ کی جائے۔ اب کے جو میں نے اعلان کیا۔ تو دسویں جماعت کے پانچ طلباء نے بھی اپنے نام پیش کئے ہیں۔ (اس کے بعد اور نوجوان میٹرک پاس نے وقف کیا ہے۔ اور بعض اعلیٰ تعلیمیافتہ والوں نے بھی)

دنیوی علوم حاصل کرنیوالے

نوجوان بھی اگر اپنے نام پیش کریں۔ تو ان کو بھی ایسی تعلیم دی جا سکتی ہے۔ کہ دین کا کام ان سے لیا جا سکے۔ اور دین کے ان حصوں میں جن میں دنیوی تعلیم ممد ہوتی ہے۔ ان سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ مثلاً ڈاکٹروں کی ضرورت ہے

ادنیٰ اقوام میں تبلیغ

کے لئے ڈاکٹر بہت زیادہ مفید ہو سکتے ہیں۔ بلکہ ان کے لئے ان سے زیادہ بہتر مبلغ کوئی نہیں ہو سکتا۔ عیسائیوں نے ہسپتال کھول کر ہی چالیس لاکھ افراد کو عیسائی بنا لیا ہے۔ مدراس میں جو قریباً ایک ہزار سال تک مسلمانوں کے زیر نگین رہا۔ مسلمانوں کا تناسب کل آبادی کا چھ فیصدی ہے۔ مگر عیسائی بارہ فی صدی ہیں۔ گویا ایک مسلمان کے مقابلہ میں دو عیسائی ہیں۔ اور یہ ترقی انہوں نے صرف ایک صدی میں کی ہے۔ کیونکہ ان کے ڈاکٹر اپنی زندگیوں کو خطرہ میں ڈال کر ان میں جا کر ہسپتال جاری کرتے اور ان کا علاج کرتے ہیں۔ اور وہ یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ یہ جو ہم سے ہمدردی کرتے ہیں۔ ہم بھی ان کی باتیں سنیں۔ اور چونکہ عیسائیت کی وہی تعلیم نور نبوت سے متمتع ہے۔ اس لئے مشرکانہ تعلیم کی نسبت اچھی ہے۔ اور وہ لوگ جب اسے سنتے ہیں۔ تو اس پر ایمان لے آتے ہیں۔ لیکن ان کے بجائے اگر اسلامی ڈاکٹر ان کا علاج کریں۔ اور ساتھ اسلام کی

سادہ اور مساوات کی تعلیم

ان کے گوش گذار کریں۔ تو بہت جلد کامیابی ہو سکتی ہے۔ عیسائی مشنریوں نے ان کو عیسائی تو بنا لیا۔ مگر ان میں مساوات قائم نہیں کر سکے۔ وہی چھوت چھات کے اثرات ابھی تک ہیں۔ اور دوسری اقوام ان کو حقارت کی نظر سے دیکھتی ہیں۔ مگر چونکہ اسلام میں جب ایک آدمی داخل ہوتا ہے۔

تو ایسا پکا مسلمان بن جاتا ہے۔ کہ پہلی قومیت بالکل مٹ جاتی ہے۔ اور کوئی مسلمان اس کے ساتھ کھانے پینے میں ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتا۔ اسلامی تعلیم میں جو خوبیاں ہیں۔ اگر ڈاکٹر اسے ادنیٰ اقوام کے لوگوں کے سامنے پیش کریں۔ تو لاکھوں کی تعداد میں ان کو داخل اسلام کیا جا سکتا ہے۔ پس ایسے نوجوان بھی اپنی زندگیاں وقف کریں۔ جنہوں نے

سائنس میں میٹرک پاس کیا

ہو۔ یا اس سال پاس ہونے کی امید ہو۔ اسی طرح گریجویٹ وغیرہ۔ تا جو ڈاکٹری کے لئے مناسب ہوں۔ انہیں ڈاکٹری کی تعلیم دلوا کر ادنیٰ اقوام میں جن تک ابھی اسلام کا نور نہیں پہنچا۔ تبلیغ کے لئے بھیجا جا سکے۔ اور جو دوسرے کاموں کے مناسب ہوں۔ انہیں دوسرے کاموں کے لئے تعلیم دلائی جائے۔ ہندو ان لوگوں کو ابھی تک ذلیل سمجھتے ہیں۔ ان سے چھوت چھات کرتے ہیں۔ ان غریبوں کو غلام قرار دے رکھا ہے۔ اس لئے جب ہمدردی سے ان کی خدمت کی جائے۔ اور احسن رنگ میں اسلامی تعلیم ان کے سامنے پیش کی جائے۔ تو عیسائیوں کی نسبت کئی گنا زیادہ کامیابی ہو سکتی ہے۔ پس یہ رستہ بھی بند نہیں۔ دنیوی تعلیم حاصل کرنے والے نوجوان بھی اپنے آپ کو وقف کر سکتے ہیں۔ اور ان سے بھی فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ مگر

یہ یاد رہے

کہ تعلیم اور کام کے متعلق ان کا کوئی دخل نہ ہوگا۔ یہ کام ہمارا ہوگا۔ کہ ہم فیصلہ کریں کہ کس سے کیا کام لیا جائے گا۔ بعض لوگ حماقت سے یہ سمجھتے ہیں۔ کہ جو تقریر اور تحریر کرے وہی مبلغ ہے۔ حالانکہ اسلام تو ایک محیط کل مذہب ہے۔ اس کے احکام کی تکمیل کے لئے ہمیں

ہر قسم کے آدمیوں کی ضرورت

ہے۔ وہی مبلغ نہیں جو تبلیغ کے لئے باہر جاتا ہے۔ جو سلسلہ کی جائدادوں کا انتظام تندہی اور اخلاص سے کرتا ہے اور باہر جانے والے مبلغوں کے لئے اور سلسلہ کے لئے لٹریچر کے لئے روپیہ زیادہ سے زیادہ مقدار میں کماتا ہے وہ اس سے کم نہیں۔ اور خدا تعالیٰ کے نزدیک مبلغوں میں شامل ہے۔ جو سلسلہ کی عمارتوں کی اخلاص سے نگرانی کرتا ہے۔ وہ بھی مبلغ ہے۔ جو سلسلہ کے لئے تجارت کرتا ہے۔ وہ بھی مبلغ ہے۔ جو سلسلہ کا کارخانہ چلاتا ہے۔ وہ بھی مبلغ ہے۔ جو زندگی وقف کرتا ہے اور اسے سلسلہ کے خزانہ کا پہرہ دار مقرر کیا جاتا ہے۔ وہ بھی مبلغ ہے۔ کسی کام کی نوعیت کا خیال دل سے نکال دو۔ اور اپنے آپ کو سلسلہ کے ہاتھ میں دے دو۔ پھر جہاں تم کو مقرر کیا جائے گا۔ وہی مقام تمہاری نجات اور برکت کا مقام ہوگا۔

غرض میں ایک تو اس امر کی طرف جماعت کو توجہ دلاتا ہوں۔ اور دوسرا حصہ

اخراجات

کا ہے۔ جس کی طرف میں توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ میں نے جائیداد وقف کرنے کی تحریک کی تھی۔ قادیان کے دوستوں نے اس کے جواب میں

شاندار نمونہ

دکھایا ہے۔ اور اس تحریک کا استقبال کیا ہے۔ بہت سے دوستوں نے اپنی جائیدادیں وقف کر دی ہیں۔ مگر بیرونی جماعتوں کی طرف سے اس تحریک کا جواب ایسا شاندار نہیں بلکہ قادیان کی نسبت نصف بھی نہیں (بعد میں یہ بات درست ثابت نہیں ہوئی۔ کئی دن کی ڈاک پڑی ہوئی تھی۔ جب اسے پڑھا گیا تو سینکڑوں وعدے اس سے نکلے ہیں۔ مگر ابھی بہت توجہ کی ضرورت ہے) پس میں بیرونی جماعتوں کو پھر توجہ دلاتا ہوں۔ کہ دوست

جائدادیں وقف کریں۔

یہ وقف جیسا کہ میں نے پہلے بیان کیا تھا۔ اس صورت میں ہوگا۔ کہ ان کی جائداد ان ہی کے پاس رہے گی۔ اور آمد بھی مالک کی ہی ہوگی۔ اور وہی اس کا انتظام بھی کرے گا۔ ہاں جب سلسلہ کے لئے ضرورت ہوگی۔ ایسی ضرورت جو عام چندہ سے پوری نہ ہو سکے تو جتنی رقم کی ضرورت ہوگی۔ اسے ان جائیدادوں پر بحصہ رسدی تقسیم کر دیا جائے گا۔ میں پہلے بھی اس تجویز کو بیان کر چکا ہوں۔ لیکن اب پھر اسے بیان کر دیتا ہوں۔ فرض کرو۔ ایک شخص کی جائیداد ایک ہزار کی ہے دوسرے کی دس ہزار کی۔ اور تیسرے کی ایک لاکھ کی ہے۔ ایک کمیٹی مقرر کر دی جائے گی۔ جو کسی

ضرورت کیلئے اخراجات کا اندازہ

کرے گی۔ فرض کرو کمیٹی کا اندازہ یہ ہے کہ ایک لاکھ روپیہ کی ضرورت ہے۔ اور یہ رقم اتنی ہے۔ کہ اگر ایک ایک فیصدی حصہ وقف شدہ جائیدادوں کا لے لیا جائے۔ تو پوری ہو سکتی ہے۔ تب جس نے ایک ہزار کی جائیداد وقف کی ہے۔ اس سے دس روپیہ کا مطالبہ کیا جائیگا اور جس کی دس ہزار کی جائیداد ہے۔ اس سے ایک سو کا۔ اور جس کی ایک لاکھ کی ہے۔ اس سے ایک ہزار۔ اور جس نے دس لاکھ کی جائیداد وقف کی ہے۔ اس سے دس ہزار کا مطالبہ کیا جائے گا۔ اور کہا جائے گا۔ کہ اتنے عرصہ میں یہ روپیہ داخل کر دو۔ جس کے پاس روپیہ ہو۔ وہ اپنے حصہ کا روپیہ ادا کر دے۔ لیکن جس کے پاس نہ ہو۔ اس کی جائیداد کو رہن کر کے اس کے حصہ کا روپیہ وصول کر لیا جائے گا۔ اور اس طرح مطلوبہ خرچ چلایا جائیگا۔ پس جائیدادیں وقف کرنے کا یہ مطلب نہیں۔ کہ وہ اپنی جائیدادیں انجمن کو دے دیں۔ صرف یہ اقرار کریں۔ کہ جو چندہ ان کے ذمہ ڈالا جائے گا۔ اسے ادا کریں گے۔ اگر کمیٹی فیصلہ کرے گی۔ کہ مثلاً

ایک کروڑ روپیہ کی ضرورت

ہے۔ اور وقف شدہ جائیدادیں دو کروڑ روپیہ کی مالیت کی ہیں۔ تو پچاس فیصدی کا مطالبہ کر لیا جائے گا۔ جس کی جائیداد دس لاکھ کی ہوگی۔ اسے پانچ لاکھ۔ اور جس کی دس ہزار کی ہوگی۔ اُسے پانچ ہزار دینا ہوگا۔ مگر یہ ابھی دُور کی بات ہے۔ فی الحال میرا خیال ہے۔ کہ

ایک سے دس فیصدی تک

کی ہی چند سالوں تک ضرورت پیش آ سکتی ہے۔ جن کی جائیدادیں نہیں ہیں۔ ان کے دل میں اگر خواہش ہو۔ کہ وہ بھی اس تحریک میں شامل ہوں۔ تو وہ اپنی آمدنیاں وقف کر سکتے ہیں۔ اور ایسے بھی بعض دوست ہیں۔ جنہوں نے آمدنیاں وقف کی ہیں۔ کسی نے ایک ماہ کی۔ کسی نے دو کی۔ کسی نے تین کی اور بعض تو ایسے ہیں۔ جنہوں نے

سال بھر کی آمدنیاں

ہی وقف کی ہیں۔ اور لکھا ہے کہ جب سلسلہ کو ضرورت ہو۔ تو ہم سارے سال کی آمد دینے کو تیار ہیں۔ خواہ ہمیں بھیک مانگ کر ہی گذارہ کرنا پڑے۔ جب ہم سے مطالبہ کیا جائیگا۔ ہم سارے سال کی آمد پیش کر دیں گے۔ اگر دوست اس تحریک کی طرف پوری توجہ کرتے۔ تو تین چار کروڑ روپیہ کی جائیدادیں وقف ہونا مشکل نہ تھا۔ پس دوست اس طرف توجہ کریں۔ مگر اس بات کا خاص خیال رکھا جائے کہ عام چندوں پر اس کا اثر نہ ہو۔ یہ تحریک طوعی ہے اور ہر شخص کی مرضی پر منحصر ہے۔ کہ وہ چاہے تو اس میں حصہ لے۔ تا زیادہ سے زیادہ ثواب حاصل کر سکے۔ جب کوئی چیز جماعت کے نظام میں داخل ہو جائے۔ تو ہر شخص کو اس میں حصہ لینے پر مجبور کیا جا سکتا ہے۔ اور وہ ہو بھی جاتے ہیں۔ مگر ان کا ثواب اس قدر نہیں ہوتا۔ اس لئے میں نے یہ تحریک

محض طوعی

رکھی ہے۔ کسی پر جبر نہیں کہ اس میں حصہ لے۔ اب میں پھر قادیان کے ان دوستوں

کو بھی جنہوں نے ابھی تک اس تحریک میں حصہ نہیں لیا۔ مگر حصہ لینے کی خواہش رکھتے ہیں۔ تحریک کرتا ہوں کہ اس میں شامل ہوں۔ اور بیرونی جماعت کے دوستوں کو بھی توجہ دلاتا ہوں۔ وقت بہت تھوڑا اور کام بہت زیادہ ہے پس دوست جلد اس تحریک میں اپنے نام پیش کریں۔ تاہم اندازہ کر سکیں کہ

ضرورت کے وقت

علاوہ انجمن اور تحریک جدید کے بجٹ کے کتنا روپیہ ہمیں مل سکتا ہے۔ میرا اندازہ ہے کہ جماعت کے دوستوں کی آمد ماہوار پچاس ساٹھ لاکھ روپیہ ہے۔ اور اگر دوست توجہ کریں۔ تو کافی روپیہ ملنے کی امید ہو سکتی ہے۔ یہ کام ابھی آہستہ آہستہ شروع ہوگا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ربانی کام وہی ہے جو تھوڑا شروع ہو کر ترقی کرتا ہے۔ غالباً ہم ابھی اس تحریک کے ماتحت اشد ضرورت کے وقت ایک فیصدی تک حصہ لینا شروع کریں گے۔ مگر مومن کی نیت یہی ہونی چاہیئے۔ کہ اگر ساری جائیداد کی بھی دین کے لئے ضرورت ہو۔ تو اسے دینے میں کوئی عذر نہ ہوگا۔ مجھے

ایک رؤیا

میں اس تحریک کی طرف توجہ دلائی گئی تھی۔ میں نے رؤیا میں دیکھا۔ کہ ایک عورت ہے۔ جس کا خاوند نیک ہے۔ مگر وہ خود نیک نہیں۔ اس کا ایک بیٹا ہے۔ وہ اس سے کہتی ہے۔ کہ تیرا باپ اسراف بہت کرتا ہے۔ اگر اس سے کوئی ایک پیسہ مانگے۔ تو پیسہ دے دیتا ہے۔ اگر دو آنے مانگے۔ تو دو آنے دیدیتا ہے۔ اور وہ اس قسم کا ہے۔ کہ اگر کوئی اس سے سارا مال مانگے۔ تو وہ سارا دے دیگا۔ اور وہ اپنے بیٹے سے کہتی ہے کہ آؤ ہم اس سے سارا مال مانگ لیں۔ وہ ہمیں دیدیگا۔ تو پھر وہ دین کی راہ میں اس مال کو لٹا نہ سکے گا۔ میں نے رؤیا میں دیکھا۔ کہ میں جماعت کے دوستوں کے سامنے عربی میں تقریر کر رہا ہوں۔ اور یہ مثال دیتا ہوں کہ اسطرح ایک نیک آدمی تھا۔ مگر اسکی بیوی نیک نہ تھی۔ اس کا ایک بیٹا تھا۔ جو میں نہیں کہہ سکتا۔ کہ خود نیک تھا یا بُرا۔ مگر اس کی ماں یہ ضرور سمجھتی تھی کہ وہ اُسے اپنا آلہ کار بنا سکیگی وہ اُسے کہتی ہے کہ تیرے باپ سے کوئی جو کچھ مانگے۔ وہ اسے دیدیتا ہے اور ڈر ہے کہ اگر اس سے کوئی سارا مال دین کے لئے مانگے۔ تو وہ سارا مال دیدیگا۔ اس لئے آؤ ہم اس سے سارا مال مانگ لیں۔ اس طرح وہ خدا کی راہ میں اسے خرچ نہ کر سکے گا۔ اور ہمیں نقصان نہ ہوگا۔ یہ مثال دیکر میں

جماعت کو نصیحت

کرتا ہوں کہ ایسے فتنے بھی آدمی کو پیش آسکتے ہیں۔ ان سے ہشیار رہو۔ میں یہ کہہ ہی رہا تھا کہ میری آنکھ کھل گئی۔ اور میں نے سمجھا کہ اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے بھی ہیں۔ جو جو دین کی راہ میں اپنا سارا مال خرچ کرنے کو تیار ہیں۔ مگر یہ بھی خطرہ ہے کہ ان کی بیویاں اور بچے ان کے لئے فتنہ بنجائیں پس پیشتر اس کے کہ وہ فتنہ بنیں۔ کیوں نہ ہم ہی ان سے دین کے لئے ان کی جائدادیں طلب کریں۔ حقیقت یہ ہے کہ جب تک انسان ایمان کے اس درجہ پر قائم نہ ہو۔ اس وقت تک وہ صحیح معنوں میں

دین کو دُنیا پر مقدم کرنے والا

نہیں ہو سکتا۔ اس رؤیا نے مجھے اس طرف توجہ دلائی۔ کہ جب مومن دین کیلئے سب کچھ خرچ کرنے کو تیار ہے۔ تو اگر ہم اس سے ایسا مطالبہ نہ کریں گے۔ تو ہو سکتا ہے کہ اس کے بیٹے اور اولادیں لے لیں۔ پس پیشتر اس کے کہ اس طرح مومنوں کے مال ضائع ہوں۔ کیوں نہ دین کے لئے انہیں لے لیا جائے۔ پس اسی رؤیا کے ماتحت میں نے اس وقف کی تحریک کی۔ اور دوستوں کو چاہیئے کہ اس تحریک میں حصہ لیں۔ یہ وقف ایسا ہے۔ کہ ہم یہ مطالبہ نہیں کرتے۔ کہ ہمیں جائیدادیں دے دو۔ صرف پابند کرتے ہیں۔ کہ جب اور جتنا مطالبہ کیا جائے گا۔ وہ پیش کر دیں گے یہ

ادنیٰ سے ادنیٰ قربانی

ہے۔ یہ اقرار تو دراصل وہ ہے جو ہر شخص احمدیت میں داخل ہوتے وقت کرتا ہے۔ اور اب ایسا کرنا گویا اس اقرار کو دُہرانا ہے۔ جو ہر احمدی نے جماعت میں داخل ہوتے وقت کیا تھا۔ اور اس کا مطلب صرف یہ ہے۔ کہ اس کا بیعت کے وقت کا اقرار مصنوعی نہ تھا۔ بلکہ وہ جماعت کو اختیار دیتا ہے۔ کہ جب اس کے اموال کی ضرورت ہو۔ وہ لے سکتی ہے پس میں جماعت کو اس کی طرف پھر توجہ دلاتا ہوں۔ کیونکہ ابھی بہت سا حصہ جماعت کا ایسا ہے۔ جس نے ابھی اسپر غور نہیں کیا۔ یہ میں نہیں کہتا کہ ہر شخص ایسا کرے۔ ہاں جسے خدا تعالیٰ بشاشت قلب عطا کرے۔ اور توفیق دے وہ ضرور اس میں حصہ لے۔ ہاں جو بوجھ محسوس کرے اور جو سمجھتا ہے۔ کہ اگر اس نے ایسا کیا۔ اور اس کے بیوی بچے اس پر معترض ہوئے۔ تو اسے پچھتانا پڑے گا۔ وہ نہ حصہ لے۔

صرف وہی حصہ لیں

جو سمجھتے ہیں۔ کہ خواہ بیوی۔ بچے یا عزیز ترین رشتہ دار بھی اس پر ناراض ہوں۔ اُسے کوئی پروا نہیں۔ اور جسے اس قربانی کے بعد افسوس نہیں ہوگا۔ بلکہ بشاشت حاصل ہوگی۔ اور جسے یہ خیال نہ آئیگا۔ کہ اس سے ایسا مطالبہ کیوں کیا گیا۔ بلکہ اسے یہ افسوس ہوگا۔ کہ اس سے سارا مال کیوں نہیں لے لیگیا قربانی وہی فائدہ دے سکتی ہے جو بشاشت کے ساتھ کی جائے۔ اور یہ بشاشت میں نے دیکھا ہے۔ زیادہ تر غریبوں کو حاصل ہوتی ہے۔ میری تحریک کے بعد

بعض غریب عورتیں

میرے پاس آئیں اور اپنے زیور پیش کئے کہ یہ لے لیں۔ ایسا نہ ہو کہ ہم خرچ کرلیں۔ اور پھر حصہ نہ لے سکیں۔ میں نے کہا۔ کہ ابھی ہم اس طرح نہیں لے رہے۔ ایک عورت نے تو ایک اور عورت کے پاس اپنے زیور رکھ دئے۔ کہ جب ضرورت ہو۔ دیدئے جائیں۔ ایسا نہ ہو کہ اسکے پاس ہوں تو خرچ ہو جائیں۔ ایمان کی علامت یہی ہوتی ہے کہ انسان اپنی جان مال

سب کچھ دین کی راہ میں قربان

کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یہی فرمایا ہے کہ ان اللہ اشتری من المومنین اموالھم وانفسھم بان لھم الجنۃ کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے اموال اور ان کی جانیں جنت کے عوض ان سے خرید لی ہیں۔ پس جنت کا ملنا اس امر پر موقوف ہے۔ کہ ہم اپنی جانیں اور اپنے مال دین کی راہ میں وقف کردیں۔ اس کے بعد میں

ایک اور چندہ کی تحریک

کرتا ہوں۔ ہم نے قادیان میں کالج شروع کر دیا ہے۔ ابتدائی اخراجات کے لئے ۱½ لاکھ روپیہ کی ضرورت ہے۔ اور ڈگری کالج بنانے کے لئے مزید ڈیڑھ لاکھ روپیہ درکار ہے۔ ڈگری کالج کیلئے جو خرچ چاہیئے۔ وہ تو ڈیڑھ دو سال کے بعد پیش آئے گا۔ اس وقت

ڈیڑھ لاکھ روپیہ درکار ہے

عمارت وغیرہ کیلئے قرض لیکر روپیہ دیدیا گیا ہے تا کام شروع ہو سکے جن لوگوں کو یہ احساس ہے کہ میٹرک پاس کرنے کے بعد بیرونی کالجوں میں جانے سے ہمارے نوجوانوں پر بُرا اثر پڑتا ہے۔ کیونکہ انکی عمر اور علم ابھی ایسا نہیں ہوتا۔ کہ بیرونی اثرات سے وہ محفوظ رہ سکیں۔ وہ خصوصیت سے اس چندہ میں حصہ لیں تا ہمارے بچے باہر جانے سے پہلے کم سے کم دو سال اور یہاں رہ سکیں اور بڑی عمر کے ہو کر باہر جائیں۔ پس میں جماعت میں یہ تحریک کرتا ہوں کہ عام چندوں کے معیار کو قائم رکھتے ہوئے وہ اس چندہ میں حصہ لے۔ اور مجھے اُمید ہے کہ

جماعت کا مالدار حصہ

خصوصاً وہ لوگ جن کو جنگ کیوجہ سے ٹھیکوں وغیرہ کے ذریعہ یا دوسرے ایسے ہی کاموں سے زیادہ روپیہ ملا ہے۔ مثلاً تاجر وغیرہ ہیں۔ جنکی آمدنیوں میں کافی اضافہ ہوا ہے۔ وہ اس طرف خاص طور پر توجہ کریں یا وہ زمیندار جنکی آمدنیاں بڑھ گئی ہیں۔ ہمارے ملک میں عام زمینداروں کی زمینیں پانچ دس ایکڑ ہی ہیں۔ اور ایسے زمینداروں کے گھر میں اجناس کی قیمتیں بڑھ جانیکے باوجود دولت جمع نہیں ہو گئی

زیادہ سے زیادہ وہ قرضہ لینے سے بچ گئے ہیں اور وہ روٹی کھانے لگ گئے ہیں۔ گرچہ بڑے بڑے زمیندار ہیں۔ ان کو کافی روپیہ مل گیا ہے۔ اور وہ کوشش کرتے ہیں کہ اس روپے سے مربعے اور جائیدادیں وغیرہ خرید لیں۔ وہ بے شک خریدیں۔ میں اس سے روکتا نہیں۔ کیونکہ اس سے بھی سلسلہ کی دولت بڑھتی ہے۔ مگر میں ان سے یہ ضرور کہوں گا۔ کہ وہ دین کے حصہ کو نہ بھولیں پس ایسے لوگ اس چندہ میں خاص طور پر حصہ لیں۔ میں کسی کو محروم نہیں کرتا۔

غریب بھی حصہ لے سکتے ہیں

اور اگر کوئی غریب ایک دھیلہ بھی دیتا ہے تو وہ رد نہیں بلکہ شکریہ کے ساتھ قبول کیا جائیگا اور اس امید کے ساتھ قبول کیا جائیگا کہ اللہ تعالیٰ ایک لاکھ دینے والے امیر سے بھی زیادہ ثواب دے گا۔ گو اس کا اعلان اخباروں میں ہو چکا ہے مگر اب اس خطبہ کے ذریعہ میں باقاعدہ مقامی دوستوں کو۔ اور پھر اخبار کے ذریعہ بیرونی دوستوں کو بھی توجہ دلاتا ہوں کہ اس چندہ میں حصہ لیں۔ اور کوشش کریں کہ یہ ڈیڑھ لاکھ روپیہ چندہ کے اندر اندر آجائے تا کالج کے اخراجات کا بوجھ انجمن پر سے اُتر جائے۔ میری تجویز تو یہ ہے کہ پانچ سال کا بجٹ انجمن کے پاس محفوظ ہونا چاہیئے۔ اسی صورت میں صحیح رنگ میں اور دلیری کے ساتھ کام کیا جا سکتا ہے۔ اس وقت

انجمن کا بجٹ پانچ لاکھ کے قریب

ہوتا ہے۔ اور اس طرح کم از کم ۲۵ لاکھ روپیہ کا ریزرو فنڈ ہونا چاہیئے۔ مگر انجمن ابھی پرانے قرضوں سے آزاد نہیں ہو سکی۔ اور ایسی حالت میں اس پر کوئی نیا بوجھ نہیں ڈالنا چاہیئے۔ اور مخلصین کا فرض ہے کہ اس خرچ کو پورا کریں۔ جن دوستوں کا میں نے ذکر کیا ہے۔ وہ خصوصیت سے اس میں حصہ لیں۔ اور باقی دوست بھی جس قدر دے سکیں۔ دیں۔ باقی دوست اگر ماہوار آمد کا آدھا حصہ بھی دے دیں۔ مثلاً دس روپے ماہوار پانے والا پانچ روپے دیدے اور پچاس والا پچیس۔ تو یہ خرچ آسانی سے پورا ہو سکتا ہے۔ مگر یہ بھی ضروری نہیں کہ ہر شخص ماہوار آمد کا نصف ہی دے بعض لوگوں پر تحریک جدید اور دوسرے چندوں کی وجہ سے بوجھ زیادہ ہے۔ وہ جتنا بھی دے سکیں دے سکتے ہیں۔

مومن کا کام

یہی ہے۔ کہ نیکی کے کام میں زیادہ سے زیادہ حصہ لے۔

اس کے علاوہ گریجویٹوں اور ایم اے پاس نوجوانوں کی بھی کالج کے لئے ضرورت ہے۔ تا پروفیسر وغیرہ تیار کئے جا سکیں ایسے ہی واقفین میں سے آئندہ ناظروں کے قائم مقام بھی تیار کئے جا سکیں گے۔ آگے ایسے لوگ نظر نہیں آتے۔ جنہیں ناظروں کا قائم مقام بنایا جا سکے۔ میری تجویز ہے کہ واقفین نوجوانوں کو ایسے کاموں پر بھی لگایا جائے اور ایسے رنگ میں ان کی تربیت کی جائے۔ کہ وہ آئندہ

موجودہ ناظروں کے قائم مقام

بھی ہو سکیں۔ پس ایم۔ اے پاس نوجوانوں کی بھی ضرورت ہے۔ جو کوئی خاص علم پڑھانے کا ملکہ رکھتے ہوں۔ اگر گریجویٹ بھی ہوں تو ایسے رنگ میں ان کی تربیت کی جا سکتی ہے کہ وہ کام دے سکیں۔ مگر بہتر یہی ہے کہ ایم۔ اے پاس ہوں۔

دنیا اس قدر تیزی سے بدل رہی ہے کہ جب تک ہم ایک میل کے مقابلہ میں سو میل نہ چلیں ہم اسے زیر نہیں کر سکتے۔ پس ہمیں چاہیئے کہ

جلد جلد بڑھیں

مجھے رویا میں بھی یہی دکھایا گیا ہے کہ میں جلد جلد بڑھ رہا ہوں۔ شاید میرے کام کا وقت تھوڑا ہو۔ اور اللہ تعالیٰ میری زندگی میں ہی فتح دلانا چاہتا ہے۔ اس لئے وہ چاہتا ہے کہ ہم جلدی جلدی آگے بڑھیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی میں بھی ہے کہ وہ جلد جلد بڑھے گا۔ اور قدرت اور فضل و رحمت کا نشان قرار دیا گیا ہے۔ پس

فتح کا دن

وہی دیکھ سکتا ہے جو جلدی چلنے کی کوشش کرے اور میرے قدم کے ساتھ قدم ملانے کی کوشش کرے۔ اے میرے رب تو مجھے اور بھی زیادہ تیز چلنے کی اور جماعت کو میرے قدم سے قدم ملانے کی توفیق بخش۔ اللھم آمین۔

آخری اطلاع

کیا آپ خدا کے المصلح الموعود فضل عمر کی خواہش کو پورا کرنے کے لئے ۳۱ مارچ تک اپنا سال دہم کا وعدہ پورا کرکے روپیہ مرکز میں پہنچا چکے ؟ اگر نہیں تو یہ نوٹ پڑھ کر فوری توجہ فرمائیں۔

فنانشل سکرٹری تحریک جدید

مجلس مشاورت کے نمائندوں کا انتخاب

مجلس مشاورت میں بہت تھوڑا وقت رہ گیا ہے۔ لیکن ابھی تک سب جماعتوں کی طرف سے نمائندگان کا انتخاب ہو کر اطلاع نہیں آئی۔ جماعتیں فوری توجہ فرمائیں اور اپنے نمائندگان کا انتخاب کرکے فوری اطلاع دیں۔ نیز ایجنڈا تمام جماعتوں کو ارسال کیا جا چکا ہے۔ کسی کو نہ ملا ہو۔ تو فوراً اطلاع دیں تا بھجوایا جائے۔

پرائیویٹ سکرٹری

طالبات کے متعلق ضروری اعلان

جو طالبات امسال ادیب۔ ادیب عالم اور ادیب فاضل کا امتحان دے رہی ہوں۔ اور وہ قادیان سے باہر رہتی ہوں۔ اگر ان کے امتحان کا سنٹر ان کی اپنی جگہ پر نہ ہو۔ بلکہ ان کو امتحان کے لئے کسی دوسری جگہ جانا پڑتا ہو۔ ان کو اگر کوئی اور امر مانع نہ ہو تو وہ ایک درخواست میرے نام بھجوا دیں۔ تاکہ ان کا سنٹر قادیان میں منظور کروا لیا جائے۔ کیونکہ ہم اس سال کوشش کر رہے ہیں کہ ادیب۔ ادیب عالم اور ادیب فاضل کا یہاں سنٹر مقرر ہو جائے امید ہے اس قسم کی خواتین کی رہائش وغیرہ کے لئے سہولتیں مہیا کر دی جائیں گی

۴۴ ان کی درخواست اس اشتہار کے دو تین روز کے اندر میرے نام پہنچ جانی چاہیئے

خاکسار محمد دین منیجر نصرت گرلز سکول قادیان۔

تازہ اور ضروری خبروں کا خلاصہ

دہلی ۲۹ مارچ۔ برما میں ہوا میں اتحادی قوت کی برتری کو جاپانیوں نے چیلنج کرنے کی ناکام کوشش کی۔ ۲۶ مارچ اور ۲۷ مارچ کو دشمن کے تیس سے زیادہ طیارے تباہ کر دیئے گئے۔ چھ اور شاید تباہ ہوئے۔ اور سات کو نقصان پہنچا مارچ میں دشمن کے ۱۳۰ سے اوپر طیارے برباد کئے گئے۔ دو سال ہوئے برما کو خالی کرنے کے بعد سے اب تک اتنا زیادہ نقصان دشمن کو کسی مہینے میں نہ پہنچا تھا

دہلی ۲۹ مارچ۔ تازہ خبروں سے پایا جاتا ہے کہ ٹامو کے علاقہ میں سخت گھمسان کی لڑائی میں دشمن کے دو ٹینک برباد کر دئے گئے اور دو شاید تباہ ہو گئے۔ بہت سے جاپانی سپاہی ہمارے جنگل میں پھنس گئے۔ اور ان کو جان سے مار دیا گیا۔ چن کی پہاڑیوں میں بھی بہت شدید لڑائی ہو رہی ہے۔ یہاں بھی بہت سے جاپانی ہلاک اور مجروح ہوئے

ٹیڈم روڈ پر جو جاپانی بڑھنے کی کوشش میں تھے ان کو پاؤں جمانے کا موقع نہیں مل سکا۔ سڑک کے پاس کی پہاڑیوں سے ان کو دھکیلا جا رہا ہے۔ امپھل پر بڑھنے کے لئے دشمن جتنا زور لگا رہا ہے اتنا ہی لڑائی شدید تر ہوتی جا رہی ہے برما میں جو فوجیں ہوائی جہازوں سے اتری تھیں انہوں نے وہاں دو اڈے بنا لئے ہیں

لنڈن ۲۹ مارچ۔ کاسینو راہب خانہ کی پہاڑی کی مشرقی ڈھلوان پر اگلے اتحادی دستوں کو پیچھے ہٹنا پڑا ہے۔ گشتی دستوں کی سرگرمیاں ہر محاذ پر جاری ہیں۔ برف باری کی وجہ سے فوجی نقل و حرکت میں رکاوٹ پیدا ہو رہی ہے۔ بحیرہ روم کے ہوائی بیڑے نے دشمن کے ٹھکانوں پر حملوں کے لئے ڈیڑھ ہزار پروازیں کیں۔ دشمن کے تیرہ طیارے برباد کر دیئے گئے۔ اور ہمارے دس لاپتہ ہیں

ماسکو ۲۹ مارچ۔ روسی فوجیں پولینڈ کی جنوب مشرقی سرحد کی طرف چیکو سلواکیا کی سرحد سے چالیس میل پر ہیں اس علاقے میں تیل کے بہت سے کارخانے ہیں۔ روسی فوجیں بحیرہ اسود کی بندرگاہ اوڈیسہ پر دو طرف سے بڑھ رہی ہیں۔

واشنگٹن ۲۹ مارچ۔ بحرالکاہل میں اتحادی ہوائی طاقت اتنا زور پکڑ گئی ہے کہ دشمن نے اس کا مقابلہ کرنا چھوڑ دیا ہے۔ دشمن روز ہیڈ کے ویواک پر حملہ کے وقت جاپانی طیارے مقابل پر آئے تھے اس کے بعد کئی حملے کئے گئے مگر کبھی کوئی جاپانی طیارہ سامنے نہیں آیا۔

درخواست دعا

صاحبزادی طاہرہ صدیقہ بیگم سلمہا اہلیہ صاحبزادہ مرزا منیر احمد صاحب کے متعلق دہلی سے اطلاع ملی ہے کہ وہ بیمار رہیں اور بہت کمزور ہو رہی ہیں۔ احباب ان کی صحت کیلئے دعا فرمائیں۔